بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط و کتابت بنام منیجر	قیمت بہر حال پیشگی	مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ جون ۱۹۲۰ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ	نمبر ۶

فہرست مضامین

قیمت سالانہ [illegible] عوام سے [illegible]	باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر بمطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھاپکر چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا	غیر ممالک سے [illegible] طلبا دی [illegible]

التشریح الصحیح

لحدیث نزول المسیح

میں نے پچھلے تشحیذ میں ناظرین کرام کو یہ بشارت دی تھی کہ وہ حدیث جس میں نزول مسیح کا بیان ہے اسکی تشریح و توضیح ایک فاضل نے تیار کر کے میرے پاس بھجوائی ہے۔ سو صفحے سے زیادہ کا مضمون ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ایک ہی نمبر میں نکل جائے۔ ۴۰ صفحے کا خرچ تو رسالہ کا فنڈ برداشت کرے گا۔ باقی خرچ اسطرح پورا ہو سکتا ہے کہ دس بزرگ دس دس روپے عنایت فرما دیں۔ ماہ رمضان میں اس کار خیر سے اللہ انھیں بہت بہت اجر دے گا۔ اور اسطرح پر ایک کام ہو جائیگا۔ فاضل شارح حدیث نے ینزل فیکم - ابن مریم - کسر صلیب - قتل خنزیر - یضع الجزیۃ - یفیض المال ایک ایک لفظ کی تشریح کی ہے اور کتب لغت و تفاسیر و دیگر کتب مسلمہ علماء اسلام سے بے شمار حوالے دیکر احمدیہ لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ یہ خدمت بجا لا کر میں بہت خوش ہوں گا۔ دوستوں کی ادنیٰ توجہ کی ضرورت ہے جو صاحب دس روپے نہ دے سکیں حسب توفیق ہی حصہ لیں۔ میں جون کا مہینہ انتظار کروں گا۔ امید ہے اسی میں اس درخواست کا جواب عملی رنگ میں مجھے مل جائیگا۔

"مینیجر تشحیذ قادیان"

وفات مسیح پر ایک نئی دلیل

مولانا محمد سرور شاہ صاحب کا وہ زبردست مضمون جو مئی کے رسالہ تشحیذ میں چھپا ہے جس میں بعض آیات و احادیث سے استدلال کے علاوہ ایک نیا حوالہ بھی آپنے پیش کیا ہے الگ بھی کچھ چھپوا لیا گیا تھا۔ جو صاحب اسے تقسیم کرنا یا کسی غیر احمدی دوست کو بھیجنا چاہیں وہ ایک [illegible] کے حساب سے منگوا لیں صرف ۵۰ طلب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۰ء

اَدعیۃُ النّبیؐ وَمَا اَدْرٰیک مَا اَدعیۃُ النّبیؐ

ماہ رمضان المبارک کہ دعاؤں سے مختص ہے۔ اس میں میرے مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب گنگی کا یہ مضمون جماعت مومنین میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جائیگا۔ اور اسی طور پر دوسری دعاؤں میں تدبر کر کے اپنے ایمانوں میں خاص حلاوت پائینگے (ایڈیٹر)

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ غیر تو غیر اپنے بھی "دُعا"[1] کو بے حقیقت اور بے سُود سمجھنے لگے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ذات جو مخلوق کے لئے ایک رحمت ایک اسوہ تھی۔ جس کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون وحی خفی کے ماتحت ہوتا تھا۔ ہر وقت اور ہر کام میں نہ صرف دعائیں کرتی ہے۔ بلکہ دعا کو مغز عبادت بتلاتی ہے۔ مولوی مُلّا نے دعاؤں کو برہمنوں کے منتروں کی طرح رٹتے جاتے ہیں۔ اور غیروں کو ہنسی و استہزا کا موقعہ دیتے ہیں۔

آؤ دیکھیں! کہ جس طرح اس صادق و مصدوق کے اوامر ارشادات اور احکام د

[1] فاضل مضمون نگار کی مراد کلمہ گو مدعیان اسلام سے ہے (ایڈیٹر)

(اعمال پر فلاسفروں کی تاریک کھوپری سے اعتراض ہوتے تھے۔ بالآخر جوں جوں
زمانہ نے ترقی کی۔ وہی صداقتیں قابل القبول بلکہ واجب العمل ماننی پڑیں۔ (روزہ۔
تعدد ازواج۔ وضو میں پاؤں دھونا۔ داڑھی رکھنی۔ شراب کی حرمت وغیرہ وغیرہ۔ اب
یورپ کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے) اسی طرح ان دعاؤں میں جو اس پاک منہ (فداہ روحی)
سے نکلیں۔ آیا کوئی حقیقت۔ کوئی فلسفہ۔ کوئی مغز بھی ہے؟

ہر چند کہ نارسائی ذہن کی وجہ سے مجھے جرأت نہیں ہوتی ہے کہ اس عظیم الشان مضمون
پر قلم اٹھاؤں۔ لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ شاید یہ سطور کسی ذہن صافی و
دل عارف کے لئے وسیلہ تلاش ہو سکتیں۔ وباللہ التوفیق؛

تمہید

قبل اس کے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کیا جائے۔ یہ باتیں
ذہن نشین کر لینی خالی از دلچسپی نہیں۔

(۱) آپؐ کی دعائیں ایک معجزہ ہیں۔ کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعائیں
تب ہی نافع ہوتی ہیں۔ کہ وہ تمام منافع و مفاد کو اپنے اندر رکھتی ہوں۔ اور تمام
نقصانوں سے بچاتی ہوں۔ لیکن باوجود امی اور فلسفہ و حکمت سے ناواقفی کے
آنحضرتؐ نے خدا سے جس چیز کو طلب کیا ہے۔ یا جس چیز سے پناہ مانگی ہے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ اس کی حقیقت و ماہیت سے ایسے واقف ہیں۔ جسطرح
کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں؛

(۲) نہایت مختصر الفاظ اور جملوں میں ایسے بڑے بڑے اور دقیق مضامین ادا فرمائے
ہیں۔ کہ جنکو ایک عالم بمشکل بیسیوں صفحوں میں ادا کر سکتا ہے۔ پیرایہ بیان سلیس و
عام فہم۔ مثلاً توکل۔ تبتل الی اللہ۔ عاجزی و درماندگی۔ عظمت و قدرت الٰہی۔ وحدت
باری تعالےٰ۔ خودداری؛

(۳) قبولیت دعا کے لئے رقت اور خشوع جزو اعظم ہیں۔ آپؐ کا پیرایہ ایسا موثر۔
اور جاذب ہے۔ کہ کوئی دل چوٹ کھائے بغیر نہیں رہ سکتا؛

(۴) جو دعائیں کہ مخصوص الوقت یا مخصوص المکان ہیں۔ وہ ایسی مناسب تعلیم۔ برجستہ

اور ایسی مالہ وماعلیہ پر حاوی ہیں۔ کہ کوئی دعا انسانی اس کی نظیر میں نہیں پیش کی جا سکتی۔

(۵) آپ کا ان دعاؤں کی تعلیم دینا ایک احسان عظیم ہے۔ کیونکہ انسان کچھ تو بے لفاظی علم کی وجہ سے۔ کچھ کمی تقویٰ کے باعث حقائق اشیاء سے ناواقف ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ظلمت نادانی میں ایسی چیز خدا سے مانگ بیٹھے۔ جو گھٹیا درجہ کی ہو۔ یا کسی چیز کو بغیر اس کے لوازم کے طلب کرے۔[۱] پھر مضرات میں ایسی اشیاء بھی ہیں۔ جن میں کچھ فوائد بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

پس اگر ان چیزوں سے بکلی پناہ مانگی جاوے۔ تو ان کے فوائد سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اس تمہید کے بعد عاجز چند دعاؤں کے متعلق بقدر وسعت و بساط کچھ لکھتا ہے

محبت الہٰی

دُعا۔ اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبک۔ اے اللہ عطا کر مجھکو اپنی محبت۔ اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرے۔ اور مجھ سے وہ عمل کرا۔ جو تیری محبت کو پہنچا دے۔

عام محبت تین طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور تین ہی طرح پائیدار رہتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر محبت کی تین قسمیں ہیں۔ یا حصول محبت کی تین راہیں ہیں۔ (اوّل) فطرتی محبت جس کے لئے کوئی سبب مشہود و محسوس نہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ بیٹے کو باپ سے۔ میاں کو بیوی سے گل کو بلبل سے۔ پیاسے کو پانی سے کیوں محبت ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "محبت طبعی" جس طرح باپ سے بیٹا نکلتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلتے ہیں۔ اس سے فی الحقیقت طبعی محبت کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کالعطشان تغلب علیہ محبۃ الماء علی جمیع المحبات۔ جیسے کہ پیاسے پر پانی کی محبت ساری محبتوں سے غالب ہو جاتی ہے

---

[۱] بہت ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جب تک ان کے لوازم ان کے ساتھ نہ ہوں۔ فائدہ تو کجا ان سے خالی نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی خدا سے دعا کرے۔ کہ اسے بیٹا ملے لیکن صالح ہونیکی قید نہ لگائے تو ہو سکتا ہے کہ دعا اس کے الفاظ میں پوری ہو کر بیٹا تو مل جاوے۔ لیکن صالحیت کے زیور سے آراستہ نہ ہو۔ اور فانہ عمل غیر صالح کا مصداق ٹھہرے۔ علیٰ ہذا۔ اور صورتیں بھی ہیں۔

اس محبت سے وہی لوگ حصہ لیتے ہیں۔ جو فطرت صافی لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ والقیت علیک محبۃ منی۔ اے موسیٰ ہم نے تم پر اپنی محبت القا کی۔ ڈال دی۔ یہ محبت خدائے بخشندہ کی موہبت ہے۔ کسب سے نہیں حاصل ہوتی۔ اور یہی صبغۃ اللہ ہے۔ اس کی طرف آنحضرتؐ کی دعا میں اشارہ ہے۔ بلفظ حبک۔ تیری محبت مجھے ملے۔ اس حبک" اور محبۃ منی کو ملا کر دیکھئے۔ عجیب پیرایہ۔ عجیب انداز۔ کیا نیازمندی اور عشق میں ڈوبا ہوا لفظ فرمایا۔

دوم۔ محبت بالواسطہ۔ دوست کا دوست دوست۔ دشمن کا دوست دشمن۔ ممکن نہیں کہ گل کی عداوت کے ساتھ بلبل کی محبت جمع ہو۔ جو بیٹے کا دشمن ہے۔ وہ باپ کا عدو۔ جو پانی کو برا کہے۔ وہ پیاسے کا دشمن۔ ابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ انبیاء کی مخالفت سے آدمی کے اعمال کیوں حبط ہو جاتے ہیں۔ غیر احمدی کیوں کافر کہلائے۔ ایک محبوب خدا کا انکار کیا۔ لا الہ الا اللہ کے ماننے والے کو کیوں محمد رسول اللہ ماننا ضروری ہے۔ کونو مع الصادقین کی تاکید اسی لئے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ جو قادیان آنے کی کوشش و خواہش نہیں کرتا مجھے خوف ہے۔ کہ اس کے ایمان میں نقص نہ آجاوے۔ یہ وجہ کسب و کوشش کا ہے۔ دنیا میں سفارش ذریعہ کامیابی ہے۔ بادشاہوں تک کی رسائی سفارش سے ہو جاتی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے گویا خدا کی اطاعت کی۔ فوربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الایۃ۔ وجہ یہ ہے کہ برمثال حضرت مسیح موعودؑ خاصان و محبوبان خدا۔ عشق و محبت الٰہی کی آگ میں پڑ کر آگ ہی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ سرخ اور صفت احراق و سوزندگی اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ وہ لوگ جنہیں محبت طبیعہ اور فطریہ سے حصہ کامل نہیں ملا۔ وہ اپنے جیسے ایک بشر میں (انما انا بشر مثلکم) ان خواص کا ظہور دیکھ کر حرکت میں آویں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ المرءُ مع من احب میں آدمی کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ ہمارے دوست

کو دود آلودہ کپڑوں آگ کی چنگاریوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ تو عطار کا یار اس کی دلخوش کُن خوشبو سے مگن رہتا ہے۔ "صحبتِ صالح ترا صالح کند"۔ پھر ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک مشہور و مسلم مقولہ ہے۔ کیوں صحبت صلحاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے۔ اس لئے کہ طاعت کے بعد آدمی میں غرور پیدا ہو سکتا ہے۔ اور عشق تو "من زاول سرکش و خونین بود"۔ غرور کا دشمن ہے۔ اور طاعت انسان کو بقول صوفیوں کے جنّت کا مستحق کرتی ہے۔ لیکن محبت اسے مولا کا ؎

بندہ از خدمت بعقبیٰ مے رسد — لیک از حرمت بمولے مے رسد

اس درجہ اور اس مقام کے لئے آنحضرت ؐ نے یہ دعا سکھلائی۔ وحب من یحبک الٰہی اس شخص کی محبت بھی مجھے عنایت فرما۔ جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

سوم محبّت عملی۔ تیسری قسم کی محبّت یا محبّت کے حصول کا تیسرا ذریعہ یہ ہے۔ کہ آدمی وہ کام کرے۔ جو محبوب کو پسند ہوں۔ باپ کی مرضی پر بیٹا نہ چلے۔ استاد کے کہے پر شاگرد عمل نہ کرے۔ بادشاہ کا قانون رعیت نہ مانے۔ تو محبت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ یا پیدا شدہ محبت ٹوٹ جاتی ہے۔ ہم رنگی اور ہم آہنگی قیام محبت و حصول محبت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

عمل ایک روشن دلیل ہے۔ اس محبت کے اظہار کی۔ جو دل کی ایک کیفیت ہے۔ شاخ گل پر بلبل جب چیختے چیختے تھک جاتی ہے تو اسکی نرم و نازک پنکھڑیوں پر اپنی چونچ رکھدیتی ہے۔ یہ ثبوت ہے اسکی محبت و وفا کا۔ پیاسے کے سوکھے ہونٹھ پانی کی تلاش میں دیوانہ تک صحرا دل کی ہر آتش حسرت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جو اسے پانی کے لئے ہوتی ہے ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں را گزیں (مسیح موعودؑ)

قرآن شریف میں امنوا کے ساتھ ہی وعملوا الصلحت ضرور ہی آیا کرتا ہے۔ پیار کے

سرہانے بیٹھ کر صرف یہ کہدینا کہ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے" ہرگز محبت کا ثبوت نہیں۔ تا آنکہ بقول سعدیؒ "بیمار دار" بیمار دار" نہ ہو جائے۔

سارے مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں ریاضت تپسیا۔ کی تاکیدیں اسی محبت عملی کے حصول کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن ایک مسلم کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ توفیق عمل بھی خدا سے ہی ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس تیسری شق کی طرف ان الفاظ سے اشارہ فرمایا۔ العمل الذی یبلغنی حبک الہی وہ عمل بھی مجھکو روزی کر جو تیری محبت کو پہونچاوے۔

تزکیۂ نفس

دُعا۔ اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسلنی بالماء والثلج والبرد

ترجمہ۔ الٰہی تو مجھ میں اور میری خطاؤں میں ایسی دوری ڈال دے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں۔ اے اللہ تو مجھ کو خطاؤں سے اس طرح صاف کر جیسے کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے پروردگار تو مجھے پانی سے۔ برف سے اولوں سے دھو دے۔

تشریح یہ دُعا نماز کے شروع میں قبل از سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (بعض سبحانک اللھم الخ پڑھتے ہیں) واضح ہو۔ کہ قرآن شریف نے نماز کی یہ صفت بیان کی ہے۔ کہ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ سو نماز تزکیۂ نفس کا ایک بڑا وسیلہ ہوئی۔ اس غرض کے حصول کے لئے آنحضرتؐ نے یہ دعا سکھائی ہے۔

تزکیۂ نفس کے تین ہی طریقے ہیں۔ اوّل۔ موجبات گناہ اور دواعی شہوات سے دور رہیں۔ وہ اسباب جن سے گناہ کرنے کی رغبت و تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اُن سے الگ رہے یا الگ کردے۔ آگ کے قریب اگر گھی رکھا جاوے۔ تو ممکن نہیں۔ کہ نہ پگھلے سنیاسی لوگوں اور راہبوں کا دنیا سے کنارہ کشی کرنا اسی اصول پر مبنی ہے۔ گو یہ ایک طریقہ ابتدائی ہے لیکن ہے ضروری۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان الفاظ میں باعد بینی وبین خطایای۔ کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ مجھ میں اور میری خطاؤں میں ایسی

دوری ڈالدے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں ہے؛

دوسرا طریقہ ہے۔ کہ انسان مبتلائے جرم ہو کر۔ آلودہ دامن ہو کر۔ گناہ میں پھنس کر پھر صاف نکل آوے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ اس اصول کو اس جملہ میں بیان کیا ہے۔ ونقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ مجھے خطاؤں سے ایسا صاف کردے۔ کہ جیسا اسفید کپڑا میل سے صاف ''ثوب الابیض'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ فطرت تو صحیح اور دین اسلام ہی ملا تھا۔ لیکن آدمی اسکو اپنی نالائقیوں سے میلا کر دیتا ہے۔ فابواہ یھودانہ یمجسانہ

پھر تیسرا طریقہ تزکیہ نفس کا جو اعلےٰ اور اتم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کے نفس میں بدیوں اور شہوات و فحشا کا مادہ ہی نہ رہے۔ آتش شہوت و حرص و ہوا بکلی سرد ہو جاوے۔ تہرت کا فوری قرآن کریم کی اصطلاح میں اسی تزکیہ کو کہتے ہیں۔ اس درجہ میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اس کی ہستی پر پورا پورا انقلاب آجاتا ہے۔ گناہ کے تمام اجرام اور مواد فنا کے گہاٹ اتر جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی دعا کے تیسرے حصہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد الٰہی میری خطا کو پانی۔ برف اور اولوں سے دہووے۔ گناہ کا سارا جوش سرد پڑجائے اور گرمی ٹھنڈ سے بدل جائے؛

تعلق باللہ

دعا۔ اللّٰھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل و اعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من ضلع الدین وقھر الرجال اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک

ترجمہ:۔ اے پروردگار میں تیری پناہ میں آتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں ناتوانی اور سستی سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل و بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے اے اللہ کفایت کر حلال روزی کے ساتھ حرام سے بچا کر۔ اور اپنے سوا سب سے مجھے اپنے فضل کے ساتھ بے پروا کردے

تشریح۔ انسان تو اپنی فطرت سے اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہے۔ اس کے پریم اور اس کی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن چند در چند موانعات اور رکاوٹیں ایسی سدِّ راہ ہو جاتی ہیں۔ کہ انسان اسی الجھاوے میں رہ کر خدا سے تعلق کرنا بھول جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات اپنی فطرت و ضمیر کے خلاف کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ ان موانعات اور رکاوٹوں کو آنحضرتؐ نے اسطرح بیان فرمایا ہے۔

رکاوٹوں کی قسمیں (۱) گذشتہ یا آئندہ کی فکر میں آدمی پڑا رہے۔ "غم موجود" اور "پریشانی معدوم" اس کا وظیفہ حیات ہو۔ "چہ خورد با مداد فرزندم" یا یہ، کہ "تا چہ خورم صیف۔ چہ پوشم شتا"۔ ایسا اسباب پرست آدمی عبادت الٰہی سے غافل رہتا ہے۔ آپ نے پناہ مانگی اعوذ بک من الہم والحزن گذشتہ اور آئندہ کی فکر و پریشانی و غم سے مجھے بچا۔ بعض اوقات شیطان ایک گنہگار انسان میں ہم و حزن پیدا کر کے اسے رحمت خداوندی سے ناامید کر دیتا ہے۔ اور ناامیدی کے بعد اسے کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (۲) دوسری قسم کی رکاوٹ ناتوانی یا ناقابلیت عمل یہ دو طرح پر ہے۔ (ا) قدرتاً اور فطرتاً آدمی درماندہ ہو۔ مثلاً بیمار ہو۔ کہ عبادت جسمانی کے قابل نہ رہے۔ نہایت مفلس ہو۔ کہ مالی عبادت نہ کر سکے۔ جاہل ہو۔ کہ فرض تبلیغ ادا نہ کر سکے۔ اس کا نام "عجز" ہے۔ (ب) قدرت تو ہو۔ لیکن سستی اور کاہلی اُسے گویا اپاہج ہی بنا کر ڈالدے۔ بہتوں کو دیکھا ہے۔ کہ تندرست ہیں۔ متمول ہیں۔ خدا اور رسول سے محبت بھی ہے۔ لیکن کام کے وقت سب سے پیچھے۔ اس کا نام "کسل" ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں۔ "من العجز والکسل"۔ (۳) تیسری رکاوٹ خوف ہو۔ پھر خوف بھی دو طرح کا ہے۔ انسانوں کا خوف اسے جبن کہتے ہیں۔ مال کے ضائع ہونے اور اپنے تکلیف اٹھانے کا خوف اس کا نام بُخل ہے۔ دعا میں تلقین ہے من الجبن والبخل۔ (۴) چوتھی رکاوٹ لوگ اُس پر غالب و متسلط ہوں۔ قرآن شریف کی اصطلاح میں بعض اوقات ان کو "شیطان" یا "جن" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دو قسم پر ہے۔ (۱) آدمی لوگوں کا ایسا مقروض ہو۔ کہ ان کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ ایسا آدمی مالی عبادت

سے تو صرف حصہ محروم رہتا ہے۔ لیکن مدیون ایک حیثیت سے دائن کا دست نگر اور
اپنی عزت و آسائش کو اس کے ہاتھ میں پاتا ہے۔ (ب) لوگ غالب ہوں۔ حاکم ہوں۔
زبردستی بات منوانی چاہتے ہوں۔ سکھوں کے زمانے میں کس کی اذان تک دینے کی مجال
تھی۔ من ضلع الدین وقہر الرجال۔ (۵) پانچویں رکاوٹ جو بغایت لطیف اور روحانی
ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان "اکل حلال" سے محروم یا آزادی و خود مختاری کی نعمت سے
دور ہو۔ لقمہ حرام سے انسانی روح مرجاتی ہے۔ عبادت میں لطف نہیں آتا۔ چونکہ اس
میں پناہ مانگنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لئے درخواست یہ ہوئی۔ اکفنی بحلالک
عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک۔

دعائے حاجت

جب انسان کسی مشکل میں پڑجاتا ہے۔ تو یہ دعا بتلائی گئی۔

دعا۔ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم۔ سبحان اللہ رب العرش العظیم۔ الحمد للہ
رب العلمین۔ اسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک۔ والغنیمۃ من کل بر
والسلامۃ من کل اثم۔ لا تدع لی ذنباً الا غفرتہ ولا ھماً الا فرجتہ ولا حاجۃ
ھی لک رضاً الا قضیتھا یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے جو تحمل والا اور بخشش والا ہے
پاک اللہ صاحب عرش عظیم کا۔ میں التجا کرتا ہوں۔ کہ ان کاموں کی توفیق ملے۔ جو تیری رحمت
کو واجب کرنے والے ہوں۔ اور جن سے ضرور تیری بڑی مغفرت ہو۔ ہر ایک نیکی و غنیمت
اور ہر گناہ سے سلامتی (میں تجھ سے مانگتا ہوں)۔ الٰہی! میرا کوئی گناہ بے بخشے نہ چھوڑ
میرا کوئی غم دور کئے بغیر اور نہ کوئی حاجت و ضرورت پوری کئے بغیر۔ اے ارحم الراحمین
حلیم و کریم کہہ کر نالائقیوں اور لغزشوں سے جو موجبات آفت ہیں۔ معافی مانگی ہے
رب العرش العظیم اور رب العالمین کہہ کر خدا کی عظمت و کبریائی کو جوش دلایا ہے
کہ تصغر فی عین العظیم العظائم۔ لا الہ سے اس لئے شروع کیا۔ کہ انسانی روح جو
آستانہ الوہیت کو چھوڑ کر مشکلات و آفات میں پڑجاتی ہے۔ وہ پکار اٹھے۔ کہ "بردر

آمد بندۂ بگریختہ"۔ ھی لک رضا سے کمال قناعت اور" رضا بالقضا" سکھلایا ہے۔
لف ونشر مرتب | عجیب پیرایہ و طرز سے ان اسباب کو بتلایا ہے۔ جو انسان کو آفت میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ عجیب پیرایہ سے ان اسماء الٰہی کا توسل ڈھونڈا ہے۔ جو ایک آلودہ دامن کی دستگیری کرنے والی ہیں۔ ابتداء اللہ تعالےٰ کی حلیمی۔ کریمی۔ عظمت ربوبیت سے کرکے اور اس طرح ان جمالی صفات کو جوش میں لاکر سوال کیا ہے۔ تو یہ کیا ہے۔ کہ موجبات رحمت و موجبات مغفرت مجھے ملیں۔ رحمت اس لئے کہ سبقت رحمتی علے غضبی۔ مغفرت اس لئے کہ جب انسان "ماکسبت ایدیکم" کی وجہ سے مصائب میں پڑتا ہے۔ تو اُسے سوائے آپ مغفرت اور کوئی چیز دھو نہیں سکتی۔ پھر ایسی جامع۔ مانع۔ بے نظیر دعا سکھلائی۔ کہ لاتدع لی ذنبا الخ۔ کوئی گناہ بے بخشے کوئی غم بے ٹالے کوئی حاجت بے پوری کئے نہ چھوڑا۔ پھر آخر ارحم الراحمین کہکہ ختم کیا۔ جو محتاج تشریح نہیں ہے۔

(۱) لا الٰہ الا انت الحلیم الکریم کے مقابل پر (ا) اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک اور (ب) لا تدع لی ذنباً الا غفرتہ کیونکہ حلیم و کریم ہی رحم کرسکتا ہے اور گناہ کو معاف اور کمزوری کو چھپا سکتا ہے (۲) سبحان اللہ رب العرش العظیم کے مقابل (ا) الغنیمۃ من کل برّ اور (ب) ولا ھما الا فرجتہ ہے۔ اس لئے کہ جو صاحب حکومت اور صاحب عظمت ہوگا۔ وہی ساری نیکیوں کی غنیمت دے سکتا ہے۔ اور ساری کلفتوں کو دور کرسکتا ہے۔ (۳) والحمد للہ رب العلمین کے مقابل پر (ا) والسلامۃ من کل اثم اور (ب) ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتہا ہے۔ کیونکہ جو ذات سارے عالم ارضی و سماوی کی ربوبیت کرتی ہے۔ وہی انسان کی بھی ربوبیت کرتی ہے۔ اُسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ انسان کی ایسی تربیت کرے کہ اس میں گناہ کا مادہ ٹہرنے ہی نہ پاوے۔ اور اسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ عالم اسباب میں ایسی تبدیلی پیدا کردے۔ جو اس کی حاجت برآئے۔ رکاوٹیں دور ہوجائیں۔ ظلمتیں کافور۔

سفر کی دُعا (نئی جگہ جانے پر)

اوّل ۔ سفر میں اور اجنبی مقامات میں سوائے ان باتوں کے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی ۔

(ا) آسمانی آفتیں ۔ (الف) طوفان بارش ۔ اولے وغیرہ ۔

(ب) زمینی آفتیں (۱) زلزلے (۲) زمین کی نمناکی ۔ بلندی اور پستی کے متضاد اثرات ۔ (۳) زمین میں رہنے والے حشرات الارض (۴) جنگل اور جنگل کے درندے ۔

(ج) بدمعاشوں اور گندہ لوگوں کی آفتیں ۔ (۱) چور ۔ لٹیرے ۔ (۲) بداخلاق اور فحشاء کے مرتکب (۳) امراء و رؤساء جو لوگوں کے لئے بُرا نمونہ اور جو مجبوراً بدیوں کا ارتکاب کراتے ہیں ۔

(د) ہوا کی آفتیں ۔ (۱) ملیریا ۔ طاعون ۔ ہیضہ کے جراثیم اس میں چھپے ہوئے ہوں ۔ (۲) کائنات الجو کی خرابیاں ۔ وغیرہ

دوئم ۔ سفر ان مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے :۔

(ا) انسان کے اپنے مال اور علم اور صحت کے بڑھانے یا پیدا کرنے کے لئے ۔

(ب) جو چیزیں کہ اپنے ملک میں نہیں ملتی ہیں ۔ وہ دوسرے ملک سے لیجاویں ۔

(ج) سوشل اغراض کے لئے ۔ پبلک مقاصد اور تمدنی ضروریات کے لئے ۔ تبلیغ کے لئے ۔

(د) اپنے سے بہتر لوگوں سے ملکر مطلب براری کے لئے ۔ مقدمہ کی اپیل ۔ ممبری کے ووٹ ۔ سفارشی خطوط پانے کے لئے

اب دعا ملاحظہ فرمائیے :۔

اوّل (۱) اللھم رب السموات السبع وما اظللن (۲) ورب الارضین السبع وما اظللن (۳) ورب الشیٰطین وما اضللن (۴) ورب الریاح وما ذرین ۔ فانا نسئلک خیر ھذہ القریہ وخیر اھلھا ونعوذبک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا

دوئم - اللھم بارک لنا فیھا (۲) اللھم ارزقنا جناھا (۳) وجنبنا الی اھلھا (۴) وحبب صالحی اھلھا الینا -

ترجمہ - اوّل - (۱) اے سات آسمانوں کے رب اور اس کے جن پر یہ سایہ ڈالے ہیں (۲) اور ساتوں زمینوں کے رب اور اس کے جسکو یہ اٹھائے ہیں - (۳) اور شیاطین کے رب اور ان کے کہ گمراہ کیا ہے شیطانوں نے ان کو - (۴) اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے جنکو بکھیرتی ہیں - ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اس کے اہل کی بھلائی چاہتے ہیں - اور ہم پناہ مانگتے ہیں - اس کی بدی سے اور اس کے رہنے والوں کی بدی سے -

دوئم (۱) اے اللہ ہمیں برکت دے (علم - مال - صحت میں) (۲) اے اللہ نصیب کر ہم کو اس کی میوہ خوری (استفادہ) (۳) اور محبت دے ہماری اس کے رہنے والوں کو (تاکہ تبلیغ اور قومیت درست ہو) - (۴) اور محبت دے ہم کو اسکے نیک لوگوں کی (تاکہ ہمارا کام نکلے)

جامع الدعا

اسم بامسمّٰی - اس دعا میں دعوی مع الدلیل ہے - آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) دعا فرماتے ہیں کہ: (۱) خشیۃ الٰہی ملے - تاکہ آدمی گناہ سے بچ جاوے (۲) طاعت الٰہی ملے تاکہ آدمی جنت پاوے - (۳) یقین الٰہی ملے - تاکہ آدمی پر مصیبت ہلکی ہو - (۴) آنکھ - کان اور قوت بحال رہیں - تاکہ حیات کا لطف اور فائدہ ملے - (۵) دشمن سے ہم بدلہ لے سکیں - کیونکہ اس نے ظلم کیا ہے - (۶) دشمن کے مقابلہ پر کامیابی (۷) دینی امور میں مصیبت نہ آوے - (۸) دنیا ہمارے لئے بڑی غم کی چیز نہ بنا - ("اکبر ھمنا" یعنی اصغر ہمنا") اور نہ ہمارے علم کا مبلغ (۹) ہمارا حاکم اور ہم پر جو مسلط ہوں - وہ بے رحم نہ ہو + ہائے! اور کونسی بات چھٹ گئی -

دعا - (۱) اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک (۲) و من طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک (۳) ومن الیقین ما تھوّن بہ علینا مصیبات الدنیا (۴) ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث لنا (۵) واجعل ثارنا

علے من ظلمنا (۶) وانصرنا علے من عادانا (۷) ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا (۸) ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا۔ (۹) ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔

خاتمہ:۔ واں مضمون لمبا ہوتا جارہا ہے۔ میں حیران ہوں جس دعا کو دیکھتا ہوں " کرشمہ دامن دل میکشد " کہ جا اینجا ست " دقیقہ میں ناظرین پر باقی مضمون کو چھوڑتا ہوں۔ اگر وہ دوسری دعاؤں پر غور فرمادینگے۔ تو روز روشن کیطرح یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ

ع اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ۔ محمدؐ ہست برہان محمدؐ۔ صلی اللہ علیہ وعلے الہ وعلے المسیح الموعود وبارک وسلم انہ حمید مجید"۔

خاکسار عبد الحکیم کنگی نزد سمبلپور

ویدوں اپنشدوں سے اس بات کا ثبوت کہ مادہ و روح حادث ہیں

پہلا منتر۔ رگوید منڈل ۱۰۔ سوکت ۴۸۔ منتر ۱۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں۔" الخ

رگوید کے اس منتر سے کیا ثابت ہوا۔ یہی کہ خدائے برتر واحد لاشریک ہی پہلے تھا۔ کیونکہ وید کا یہ فقرہ کہ " میں ایشور سب سے پہلے موجود" قدم مادے و روح زمانے اور خلاء سب کی نفی کر رہا ہے۔

(۲)

اب دوسرا وید منتر ملاحظہ ہو۔

"جس وقت یہ ذرّوں سے مل کر بنی ہوئی دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت یعنی کائنات سے پہلے است یعنی شونیہ اکاش (خلا) بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اسوقت اس کا کاروبار نہ تھا۔ اُس وقت ست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جسکو ست کہتے ہیں۔ وہ بھی نہ تھی۔ اور نہ پرمانو (ایٹمس) تھے ورات (کائنات) میں جو آکاش دوسرے درجہ پر آتا ہے۔ وہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اس وقت صرف پر برہم کی سامرتھیہ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام

کائنات سے برتر بے علت ہے۔ موجود تھی۔" الخ منقول از بھاش بھومکا اُردو ترجمہ نہال سنگھ آریہ سماجی - بحوالہ رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۷ ورگ ۱۷ منتر ۱۔

معزز ناظرین! اس رگویدی منتر ۲ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور آریہ سماجیوں کو دکھلائیے کہ خود ان کے وید ہی کیسی صاف اور بیّن شہادت اس امر کی دے رہے ہیں کہ دعویٰ قدامت مادہ وغیرہ باطل ہے۔

اس وید منتر کا مترجم کوئی عیسائی یا مسلمان نہیں کہ اسکا ترجمہ آریہ بھائیوں کے لئے محل اعتراض یا ناقابل تسلیم ٹھہرے۔ بلکہ بانی آریہ سماج یعنی شری سوامی دیانند جی نے اس منتر کا ترجمہ اپنی کتاب میں خود ہی کر کے اسلامی اصول کی صداقت پر مہر لگادی ہے۔

یہاں اس بات کا کھُلا کھُلا اقبال موجود ہے۔ کہ اس کائنات عالم سے پیشتر نہ آکاش تھا۔ نہ مادہ نہ وہ آخری حالت (جسکو آریہ سماج غیر محسوس کہتا ہے) تھی۔ بلکہ صرف ایک خدا کی ذات والاصفات ہی موجود اتم و قایم تھی۔ اور جب اس برتر ہستی نے دنیا کو خلق کرنا چاہا۔ تو محض اپنی قدرت سے ہی اس کو رچ (بنا) لیا۔ اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

(۳)

اب تیسرا منتر پیش کرتے ہیں:۔

"اُس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو لے کر مٹی کو بنایا۔ اسی طرح آگ کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے۔ اور آکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ یہ تمام قدرت اور صفت اسی کی ہے۔ اس لئے اس کا نام وشو کرما (صانع کل) ہے" الخ (بحوالہ یجروید ۳۱ بھومکا اُردو۔ صفحہ ۸)

اس وید منتر میں بھی دنیا کا الٰہی قدرت سے ہی خلق ہونا تسلیم کیا گیا ہے؛

(۴)

چوتھا منتر ہندی ترجمہ سے۔

"جو موکش (نجات) ہے۔ اس کا دینے والا ایک وہی ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ سو پرمیشور یعنی زمین وغیرہ کے ساتھ محیط ہو کے قایم ہے۔ اور اس سے الگ بھی۔ کیونکہ اس میں پیدائش وغیرہ کا روبار نہیں۔ (یعنی پیدا و مرنا نہیں) اور اپنی سامرتھ (قدرت) سے سب دنیا کو پیدا ہی کرتا ہے اور آپ کبھی جنم نہیں لیتا (بحوالہ یجروید ۳۱/۱۳ ہندی بھاشیہ مکتی ۱۲۱)"

یجروید کے اس منتر سے بھی بوضاحت دنیا کی پیدائش کی علت قدرت الٰہی ہی مقبول و تسلیم کی گئی ہے؛

(۵)

پانچواں منتر بھی قابل غور ہے: (صرف اردو ترجمہ)

"اگنس پرش (ایشور) کی غایت درجہ قدرت ہی اس دنیا کے بنانے کا مصالحہ و مواد ہے۔ کہ جس سے یہ سب دنیا پیدا ہوتی ہے۔ سو پرمیشور سب کا فائدہ چاہنے والا ہو کر اس دو قسم کی دنیا کو کئی طرح سے مرصّع و مسجّع کرتا ہے۔ وہ ایشور اس کا (دنیا) کا بنانے والا دنیا میں محیط ہو کے دیکھ رہا ہے۔ الخ"

(بحوالہ یجروید ۳۱/۴ - بھومکا ہندی صہ ۱۳۴)

محولہ بالا پانچ وید منتروں پر ہی یہاں اکتفا کرتے ہوئے اب دیگر آریہ سماجی مستند قدیم رشیوں مہرشیوں مہایوگیوں کی تصنیفات سے بطور نمونہ ذیل میں اس قسم کی عبارات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اس کے بعد خود بانی آریہ سماج کی عبارات اور دیگر سماجی اہل قلم کی تصنیفات سے قدامتِ مادہ کا دعوےٰ باطل کر کے دکھلائینگے ویدوں کے بعد جو کتب سوامی دیانند جی کے نزدیک زیادہ وقعت رکھتی ہیں وہ براہمن یعنی تفاسیر وید ہیں۔ جنکے بھاشیہ کار (مفسّر) قدیم رشی ہیں۔ اور سناتن دہرم والے ان کتب کو ویدوں کا ہی ایک حصہ سمجھتے ہوئے الہامی یقین کرتے ہیں۔

پس پہلے ان سے ایک دو منتر ذیل میں لکھتے ہیں :-

(۱) "اس کائنات سے پیشتر محیط کل پرمیشور ہی تھا" (بحوالہ شتپتھ براہمن بھاش بھومکا اردو صد ۵۳)

اس براہمن کی عبارت بھی اسلامی سدھانت کی تصدیق کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے اس میں لفظ "ہی" خدا کے سوا سب اشیاء کی ازلیت کو پاش پاش کر رہا ہے۔

اب اسی طور کا دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۲) "اس سے پہلے یہ (کائنات) کچھ بھی نہ تھی"

(بحوالہ شتپتھ ۱۴-۱-۱ منقول بھاش بھومکا اردو صد ۵۳)

قدامت مادہ و ارواح کے مدعیو! ان عبارات کو چشم بصیرت سے دیکھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ کیا تمہارا خام دعوے ان عبارات کے سامنے ایک سیکنڈ بھی قایم رہ سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔

اب براہمن کے بعد اُپنشدوں سے قدامت مادہ کے باطل دعوے کو پاش پاش کر کے دکھلاتے ہیں۔

(۳) "اس (کائنات) سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا۔ اور کوئی دوسری چیز نہ تھی"

(اتیریہ اپنشد ارنیک ۱ منقول از بھاش بھومکا اردو صد ۵۳)

سماجی دوستو! "کوئی دوسری چیز نہ تھی" اس فقرہ کے سامنے ذرا اپنے کمزور دعوے کو رکھ کر تو دیکھو۔ ابھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کہاں تک تم سچائی کو لئے ہوئے ہو۔

(صرف اردو ترجمہ)

"جیسے مکڑی جالے کو چھوڑتی ہے۔ اور پھر اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ جیسے زمین پہ پودے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے موجودہ زندہ انسان کے سر سے بال اور جسم پر سے بال اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہر ایک چیز جو اس کائنات میں ہے اس اکشر (لافانی پرماتما) سے پیدا ہوتی ہے۔

برہما (خدا) تپ و ریاضت وغیرہ کے ذریعہ سے پھولتا ہے ۔ تب اَنّ (مادہ میٹر) پیدا ہوتا ہے ۔ الخ '' حوالہ کیلئے دیکھئے ۔ منڈک اپنشد ہندی ترجمہ از پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی ۔ اے ۔ وی کالج لاہور سنہ ۱۹۰۵ء

(منڈک ۱ ۔ کھنڈ ۱ ۔ منتر ۸ و ۹)

(یہ ترجمہ ایسے فاضل آریہ کا ہے ۔ کہ جس کا باطل ثابت کرنا خود ایڈیٹر جی کٹھن ہے ۔)

معزز ناظرین ! منڈک اپنشد جو بانی آریہ سماج کے نزدیک مقبول و مستند ہے ۔ اسمیں '' مادہ '' کے متعلق کیا ظاہر ہوتا ہے ۔ یہ معلوم کرلینا آپ کیلئے کوئی مشکل امر نہیں ۔ آریہ صاحبان تو اسلامی عقاید پر اعتراض کیا کرتے تھے ۔ کہ خدا سے کسطرح نیستی سے ہستی یا نفی سے اثبات کی تخلیق ہوئی ۔ (جسکا مکمل جواب کئی طور سے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں) ۔ مگر یہاں تو قدامت کے عین برعکس ہمہ اوست کا وہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے ۔ جسکے ابطال میں بانی آریہ سماج نے بھی بہت کچھ دلائل سے کام لیتے ہوئے اس عقیدہ کے پیروؤں کو ناستک یعنی خدائی ہستی سے منکر ہی تصور کرلیا ہے ۔

مگر آہ ! دوسروں کو دہریہ کہدینا آسان امر اور اپنی کتب سے ناواقفیت کا یہ حال !! ہم نہیں سمجھ سکتے ۔ کہ اپنی ہی مقبولہ و مستند قدیم رشیوں کی تصنیفات یا بقول سناتنی احباب الہامی کتب میں ایسے عقاید کے ہوتے ہوئے دوسروں کو سخت مغلظ کہنے اور ان کے عقاید کی تردید میں دلائل بہم پہنچانے کہاں تک اپنے اندر صداقت کی تڑپ رکھنے والا اشخاص کا کام ہو سکتا ہے ۔ یہاں مکڑی کے پودے اور انسان کے سر کے بال وغیرہ کی مثال دیکر کھلے الفاظ میں بتلایا ہے ۔ کہ جسطرح مکڑی کے اندر سے جالا اور زمین سے پودے انسانی سر سے بال وغیرہ برآمد ہوتے ہیں ۔ اسی طرح پرمیشور کے اندر سے یہ دنیا وغیرہ برآمد ہوئی ۔ معلوم ہوا ۔ کہ جسطرح مکڑی کا جالا مکڑی کے جسم کا ایک حصہ یا جزو یا انسان کے جسم کے بال انسان کا ایک جزو یا بھاگ ہونے میں یا پودے زمین کا حصہ اسی طرح یہ مادہ عالم ویدک ایشور سے نکلنے کی وجہ سے اسکا ایک جزو ہوا ۔ اور اس کا نام ہمہ اوست ہے ۔ پنڈت لیکھرام نے بھی اپنی

کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۳۲ اسی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"پرمیشور کا کام اپنے جسم سے کاٹ کر دھیں بنانا۔ اراضی دریا ٹرد بر آمد کا نقشہ ہو جاتا ہے۔ اور بموجب علوم متعارفہ کے ہر ایک روح خدا ٹھہرتی ہے۔"

پس ارواح یا مادہ جب خدا کا حصہ ہوئے۔ تو بقول لیکھرام صاحب سب خدا ہو گئے۔ جس کی رو سے ایک خدا نہ رہا۔ بلکہ ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر الٰہ ہو گئے۔

پھر مکڑی والے منتر سے اگلے منتر میں اس امر کا صاف اقرار ہے کہ برہما جب تپ کرتا ہے تب مادہ پیدا ہوتا ہے۔

تو پھر اپنے طبعزاد عقاید پر مصر ہونا دوسرے الفاظ میں یہ ہوا۔ کہ اپنی قدیم تسلیم شدہ کتب کو غلط اور جھوٹا قرار دینا ہے۔

(۵) (صرف اردو ترجمہ)

"مذکورہ بالا اکھشر برہما۔ سچ ہے جیسے روشن آگ سے اس کی مانند ہزاروں چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ویسے ہی اے سومیہ (یہ مصنف اپنشد کے رشی کے مخاطب کا نام ہے) اکھشر برہما سے بہت قسم کے بھاؤ (مخلوقات) پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس ہی میں آخر لئے ہو جاتی ہیں"

(منڈک اپنشد۔ منڈک ۲ کھنڈ ۱ منتر ۱۔ تفسیر از پنڈت آریہ منی پروفیسر سنسکرت فلاسفی ڈی۔ اے۔ وی کالج ومفسر رگوید وغیرہ کتاب مذکورہ صفحہ ۳۴۴

اس جگہ بھی بجائے قدامت مادہ "کے ہمہ اوست یعنی ویدانتیوں کے عقاید روز روشن کی طرح عیاں ہو رہے ہیں۔ یہ تراجم ہمارے نہیں بلکہ آریہ سماج کے سب سے اعلےٰ انسٹی ٹیوشن کے فاضل پروفیسروں کے ہیں۔ اب آریہ دوست خود ہی بتلائیں۔ کہ وہ اسی برتے پر قدامت مادہ کا دعویٰ دنیا میں پیش کر رہے ہیں؟

(۶)

اب چھٹا حوالہ چھاندوگیہ اپنشد کا پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف طور پر اقبال کیا گیا

ہے۔ کہ نیستی سے ہستی ہوئی۔ اور کائنات عالم کی پیدائش سے پہلے صرف ایک ہی لاثانی واحد لاشریک پربرہم پرمیشور موجود تھا۔ جس کے ارادہ اور تپ کرنے سے بعد میں دنیا ظہور پذیر ہوئی۔ وغیرہ۔

صرف اردو ترجمہ

منتر ۱۔ ہے سوبھینہ! دنیا سے پہلے ایک ہی لاثانی یہ ستل برہما ہی تھا۔ اس کے متعلق کئی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آگے ایک ہی لاثانی است ہی تھا۔ اس است سے ۲ ست پیدا ہوتا ہے۔ ہے سوبھیہ! کہاں سے یہ ہو سکتا ہے۔ است سے ست کیسے ہو سکتا ہے۔ (نیستی سے ہستی) لیکن پہلے (ازل میں) ایک ہی لاثانی یہ ستل ہست مطلق) برہما ہی تھا۔ اس طور سے آرعنی (ارلیش) لڑکے اپنے سے بولے۔"

منتر اول کی تفسیر میں پنڈت کادیہ شیو شنکر جی ترتھ فرماتے ہیں:۔

"صرف ایک است ہی تھا۔ دوسری تیسری چیز کوئی نہیں تھی۔ تب دنیا کیسے ہوئی۔ سو کہتے ہیں۔ کہ اس است سے ست ہو سکتا ہے۔ (یعنی نیستی سے ہستی ہو سکتی ہے)

(تفسیر چھاندوگیہ اپنشد کے ہندی و سنسکرت مطبوعہ ویدک پریس اجمیر ص ۱۴۱،۴۰ پرپاٹھک ۶ کھنڈ ۲ پرواکا ۲)

مذکورہ بالا اپنشد کے بیان اور اسلامی عقیدہ میں کچھ فرق نہیں۔ آریہ اگر اسلامی کتب کو بوجہ ضد وعناد کے نہیں دیکھتے۔ تو کم از کم اپنی قدیم کتب ہی پڑھ لیا کریں۔ تا وہ اسلامی تعلیم پر اس قسم کے اعتراض کرنے سے احتراز کریں۔ جن کی مورد ان کی کتب بھی ٹھہراتی ہوں۔

(۱۰) (صرف اردو ترجمہ)

مشہور ہے کہ دنیا سے پہلے یہ کائنات عالم نہ تھی۔ اس ویکت (برہما) سے یہ معلوم دنیا پیدا ہوئی۔ اس نے (خدا) اپنی آتم بھوت ( ) پرکرتی یعنی روح کو خود بنایا۔ اس وجہ سے اُس برہما کا نام "شوکرت" کہا جاتا ہے جو یہ شوکرت برہما ہے وہ مجسم راحت ہے۔ اس کو یہ جیو (ارواح) فائدہ سمجھ کر خوش

ہوتا ہے۔ الخ"

(ہندی تفسیر تیتری اُپنشد از پنڈت آریہ گنی جی صفحہ ۵۵۹ برہمانندولی انوواک ۲)

اس جگہ بھی دنیا کی پیدائش کی علت العلل اللہ تعالےٰ کی ذات ہی قرار دی گئی ہے۔

یہ ترجمہ ہمارا یا کسی سناتنی عیسائی وغیرہ کا نہیں بلکہ اس شخص کا ہے۔ جو جناب سوامی دیانند کے بقایا وید بھاش (تفسیر وید) کو تکمیل و تک پہونچانے کے لئے عازم ہوا ہے۔ جسے بانی آریہ سماج کا جانشین سمجھنا چاہیئے۔

اور پھر پنڈت راجا رام صاحب نے بھی تیتری اُپنشد صفحہ ۱۴۹ ہندی پر اس کے قریب قریب معنی کئے ہیں۔

ہاں اگر کوئی آریہ اس تیتری اُپنشد کی عبارت کو پڑھ کر یہ کہے۔ کہ "اویکت" بھی پرکرتی ہے۔ اس لئے یہاں پرکرتی کا ذکر ہے۔ کہ اُس نے یا اس سے یہ معلول دنیا بنی۔ تو ایسے شخص سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ کیا بیجان جڑ مادی اشیاء پرکرتی وغیرہ میں بھی خواہش یا ارادہ ہے۔ کیونکہ اس اپنشد کے واکیہ سے پہلا واکیہ یعنی چھٹے انوواک میں مرقوم ہے۔ کہ اس پرماتم پرش نے خواہش کی۔ کہ میں بہت (دعایا) (مخلوق) والا ہو جاؤں۔ الخ"

جس کی رو سے یہاں برہما ہی مراد ہے۔ نہ کہ پرکرتی۔ بے جان چیز۔

(صرف اردو ترجمہ)

شروع میں یہ صرف آتما ہی تھا۔ (خدا) وہ پرش (انسان) کی طرح تھا۔ اس نے اپنے چاروں طرف دیکھ کر اپنے سوائے کچھ نہیں دیکھا۔ اُس نے "میں ہوں" پہلے یہ کہا۔ اس لئے اس کا نام "میں" ہوا۔ الخ"

(تفسیر بدھارنیک اُپنشد ہندی صفحہ ۳۵ پنڈت راجا رام صاحب و پنڈت آریہ منی کی اُپنشد آریہ بھاشیہ صفحہ ۲۶۵ جلد دوم اور تفسیر بدھارنیک از پنڈت شوشنکر صاحب صفحہ ۱۲۱)

آریہ بھائیو! ایک شخص کا نہیں تین آریہ فضلاء کا ترجمہ ہم نے تمہاری خاطر نقل کر دیا۔ براہ انصاف ان الفاظ کو پڑھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ دیکھ لو۔ تمہاری

قدیم کتب کیا کہ رہی ہیں۔ اور تم یورپ کے جھوٹے فلسفہ کے پیچھے لگ کر کیسی خطرناک اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی راہ کی طرف قدمزن ہو؟

پس اب ان جھوٹے فلسفوں کو خیرباد کہکر خدا تعالےٰ کی پاک کلام قرآن مجید کے بیان کردہ سچی فلاسفی کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ تاکہ دنیا کے بعد عقبےٰ کے بھی وارث ٹھہرو +

تعدّد ازدواج

ہمارے ایک معزز مبلغ امریکہ کے داخلہ سے اس لئے روکے گئے۔ کہ وہ ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں تعدد ازدواج جائز ہے۔ اس مضمون میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کے قائل تو عیسائی بھی ہیں اور ہندو بھی۔ (ایڈیٹر)

"ہم اس مسئلہ کے اثبات میں صرف نقلی دلائل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ نقلی دلائل بھی مخالفین عیسائی۔ آریہ کی کتب اور ان کے انبیاء و رشی منیوں کے طرز عمل سے ہی اخذ کرکے پیش کرینگے"

اُمید ہے۔ کہ وہ حضرات جو علمائے اسلام کے لاجواب دلائل کا مطالعہ و ملاحظہ کرتے ہوئے بھی ابھی تک اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہیں آئے۔ وہ اپنی مستند اور تسلیم شدہ کتب سے اس مسئلہ کا جواز و بیان ملاحظہ فرماتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق و حقانیت سچائی و صداقت کے قبول کرنے میں ذرا بھی لیس و پیش نہ کرینگے۔ پس سب سے پہلے آریوں اور ہندوؤں کی کتب سے ہی نہائت ہی اختصار کے ساتھ چند دلائل مہیا کرتے ہوئے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

"اے پرمیشور راستری (شان و شوکت) اور لکشمی (حشمت) و پیاری بیویوں کی مثال تیری خدمتگذار ہیں"۔ الخ (یجُروید ادھیائے ۳۱ منتر ۲۲ بھوکا التعدد صفحہ ۷)

---

* الحمدللہ۔ کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو داخلہ امریکہ کی اجازت مل گئی + (ایڈیٹر)

وید میں حشمت اور شوکت کو دو بیویوں سے مثال دی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر ویدک زمانہ میں دو بیویاں کرنے کا رواج نہ ہوتا۔ تو دو بیویوں کی مثال دینا چہ معنی دارد۔

اور برعکس اس کے دو بیویوں کا کرنا گناہ اور مذموم فعل ہوتا۔ تو ایسی مثال اور تشبیہ دینے سے ویدوں کی کونسی منطق اور عقلمندی ظاہر ہوئی؟

یہ تو ہوئی ویدوں کی شہادت۔ اب دھرم شاستر منو سے بھی تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

(۱) "ایک شخص کی دو زوجہ ہیں۔ اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہوا۔ اور بڑی زوجہ کے پیچھے ہوا۔ پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں . . . . تصفیہ کرنے کو اگلے شلوک آئندہ میں کہینگے"

(منو $\frac{9}{122}$)

(۲) "بڑی عورت میں پہلا لڑکا پیدا ہوا ہو۔ تو پندرہ گئو اور ایک بیل لیوے۔ اس کے بعد چھوٹی عورت میں جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اپنی والدہ کی شادی کے سلسلے سے بزرگی کو پاکر یقیناً باقی ماندہ گئوؤں کا حصہ لیویں" (منو $\frac{9}{124}$)

(۳) "اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں۔ اور اُن میں سے ایک صاحب اولاد ہو۔ تو باقی سب بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں" الخ

(منوسمرتی ادھیائے ۹ شلوک ۱۸۳)

(۴) "پہلی عورت موجود ہو۔ اور بھکشا سے دولت فراہم کرکے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے۔ تو اس کو صرف جماع کا لطف ملتا ہے۔ اور اولاد اسکی ہے جس نے دولت دی" (منو $\frac{11}{5}$)

(۵) "اگر کوئی شخص اپنے ورن (ذات) کی کئی عورتوں سے شادی کرے۔ تو تقسیم کا طریقہ مذکرہ بالا سمجھو" الخ (منو $\frac{9}{148}$)

(۶) "سلسلہ سے چاروں ورن کی (برہمن۔ کھتری۔ ویشانی۔ شودرانی)

عورتیں جب برہمن کے گھر میں ہوں۔ اور اُن عورتوں سے جو بیٹے پیدا ہوں الخ"
(منو ۹/۱۴۹)

اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی ممانعت و بندش ہوتی۔ تو شری منو جی مہاراج کبھی بھی ایسے امور پر موشگافیاں کرنے کی تکلیف گوارا نہ فرماتے۔

پس منو سمرتی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اس امر پر صاف روشنی ڈال رہے ہیں۔ کہ قدیم آریوں میں تعدد ازدواج جائز اور مروّج تھا"

وید اور منو شاستر سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد آریوں کے مقدس رشیوں و راجاؤں کا طرز عمل مختصراً پیش کرتے ہیں۔

(۱) رشی باگیہ ولکیہ کی دو بیویاں۔

(ا) جب باگیہ ولکیہ رشی نے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ تو اول اپنی بی بی سے صلاح پوچھی۔ اور کہا کہ اگر تم اجازت دو۔ تو میں فقیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور جس قدر میرا مال و اسباب ہے۔ تم اور میری دوسری بیوی کاتیائنی آپس میں تقسیم کر لو۔ الخ"
(کلیات آریہ مسافر پنڈت لیکھرام صد ۱۵۲ کالم ۲)

(ب) رشی باگیہ ولکیہ کی دو عورتیں میتری اور کاتیانی تھیں۔ الخ
(بھارت کی شجاع استریاں صد ۶ حصہ اوّل)

(۲) شوجی مہاراج کی دو بیویاں بنام پاربتی اور پاروتی تھیں"
(بھارت کی شجاع استریاں حصہ ۲ و ۷ صد ۳۳)

(۳) راجہ دشرت والد بزرگوار شری رام چندر جی کی تین بیویاں بنام کیکئی۔ کوشلیا۔ اور تیسری تھیں" (دیکھو رامائن)

(۴) راجا اوتان پادبن سوئمبھو منو دو رانیاں تھیں۔ سُرُوچی اور سونیتی۔
(بھارت کی شجاع استریاں صد ۵۳)

(۵) مہاراجہ شری وتس دو رانیاں رکھتے تھے۔ بھدرا اور جیتا"
(رد کتاب صد ۶۳)

(۶) "مہاراجہ دروپد جو اوتار پار کا لڑکا پانچ رانیاں رکھتا تھا۔ جن کے نام اہلیا۔ بھرمی
الا۔ دھنیا۔ دیچی تھے" (اخبار آریہ گزٹ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)
(۷) "پانڈو کی دو عورتیں تھیں۔ بنام کنتی و مادری" (اپدیش منجری صـ)
(۸) راجہ ارجن کی "دروپدی کے علاوہ الوپی بھی تھیں۔
الغرض اس طرح کی فہرست بہت لمبی اور مفصل پیش کر سکتے ہیں مگر قلت وقت اور جگہ کی مجبوری سے فی الحال انہی چند پر اکتفا کرتے ہیں۔
ہندو کتب سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد بائبل سے اس مسئلہ کے اثبات میں دلائل اخذ کر کے پیش کرتے ہیں :۔
(۱) اگر کسی مرد کی دو جوروآں ہوں۔ اور ایک محبوب اور دوسری غیر محبوب ہو۔ اور محبوب اور غیر محبوب۔ دونوں سے لڑکے ہوں۔ الخ" (استثناء باب ۲۱۔ آیت ۱۵)
اگر دو بیویاں کرنے کا حکم نہ ہوتا۔ تو حضرت موسےٰ ایسا کیوں فرماتے۔ اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ بائبل تعدد ازدواج کو جائز تصور کرتی ہے۔
(۲) حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں۔
پہلی بیوی "سری" تھی۔ (پیدائش ۱۲/۱۲)۔ دوسری بیوی "ہاجرہ" تھی ۱۶/۴
تیسری بیوی "قتورہ" تھی۔ (پیدائش ۲۵/۱)
اگر یہاں کوئی یہ اعتراض پیش کرے۔ کہ بی بی قتورہ بی بی سری کی وفات کے بعد بیوی بنی۔ تب بھی ہماری دلیل کمزور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس وقت یعنی قتورہ کے وقت بی بی ہاجرہ بقید حیات تھیں۔
(۳) حضرت یعقوب کی چار بیویاں۔
پہلی بیوی "بلہاہ"۔ دوسری "لیاہ"۔ تیسری بیوی "راحل"۔ چوتھی "زلفہ"۔
(پیدائش باب ۳۵۔ آیت ۲۳ تا ۲۶)
لیاہ اور راحل دونوں بہنیں تھیں۔ اور ان دونوں کی باقی دو نوں لونڈیاں تھیں۔ جو حضرت یعقوبؑ کی حرم میں داخل تھیں۔ ان چاروں سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

حضرت سموئیل کے والد کی دو بیویاں :-

(۴) کوہستان افرائیم میں راماتیم صوفیم کا ایک شخص تھا۔ اور اس کا نام القانہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس کی دو جوروان تھیں۔ ایک کا نام حنّہ اور دوسری کا نام فننیہ الخ

(کتاب سموئیل باب ۱ - آیت ۱ و ۲)

حضرت سموئیل حنّہ کے بطن سے تھے۔ اور بائبل کے رو سے یہ ایسا جلیل القدر انسان معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے حضرت داؤد کو ممسوح کیا۔ (۱-سموئیل ۱۶/۱۳)۔ اور خدا نے موسےٰ کے برابر درجہ کا بتلایا ہے۔ یرمیاہ ۱۵/۱)

پس اگر تعدد ازدواج ممنوع ہوتا۔ تو ایسے ایسے جلیل القدر اور مقدس انبیاء اور ان کے باپ کیوں اور کیسے ان افعال کے مرتکب ہوتے۔ پس بزرگان اسرائیل کا طرز عمل ہی اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ تعدد ازدواج جائز ہے!

(۵) یوآس کی دو بیویاں۔

"اور وہ جو خداوند کی نظر میں درست ہے۔ سو یوآس یہویدع کاہن کے جیتے جی اس کے سب دن کیا کرتا تھا۔ اور یہویدع نے اس کے (یوآس) لئے دو جوروآں کردیں۔ الخ" (کتاب تواریخ ۲۔ باب ۲۴ - آیت ۱ و ۲)

یوآس کا دو بیویاں کرنا خداوند کی مرضی میں درست تھا۔ کیونکہ خود ان آیات نے بتلا دیا۔ کہ یوآس نے یہویدع کاہن کے جیتے جی کہا۔ جو کیا وہ خدا کی نظر میں درست تھا۔ پس دو بیویاں کرنا بُرا اور مذموم نہ تھا۔ بلکہ خدا کی نظر میں درست اور راست!

حضرت داؤد کی بہت بیویاں تھیں۔

ا۔ اور داؤد نے ساؤل کے بیٹے اشبوست کو قاصدوں کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ میری جورو میکل کو جسے میں نے فلسطیوں کی سو کھلڑیاں دے کے بیاہا۔ میرے حوالہ کر۔ (۲-سموئیل ۳/۱۴)

ب۔ سو داؤد نے حبرون سے آکے یروشلم میں اور حرمیں اور جوروآں کیں۔ الخ (۲-سموئیل ۵/۱۳)

(۷) تب بادشاہ (داؤد) نکلا۔ اور اس کا سارا گھرانا اس کے پیچھے ہوا۔ اور بادشاہ نے دس عورتیں جو حرمیں تھیں۔ پیچھے چھوڑیں۔ کہ گھر کی نگہبانی کریں۔" (سموئیل ۲ ۱۵/۱۶)

یہ وہ جلیل القدر اور اولوالعزم نبی تھا۔ کہ جس کی نیکوکاری اور تعریف سے بائبل بھری پڑی ہے۔ جیسے لکھا ہے۔

"اس لئے کہ داؤد نے خداوند کی نگاہ میں نیکوکاری کی۔ اور جب تک جیتا رہا خداوند کے کسی حکم سے منہ نہ موڑا۔ مگر اوریاہ حتی کی جورو کے مقدمہ میں۔" (سلاطین ۱ ۱۵/۵)

حضرت سلیمان کی سات صد بیویاں :-

"اور اس کی سات سو جوروآں بیگمات تھیں۔" (سلاطین ۱ ۱۱/۳)

حضرت سلیمان بھی ایک بڑے پایہ کے نبی اور بادشاہ گذرے ہیں۔ ان کے اس فعل پر بائبل میں کہیں بھی ناراضگی یا کفارہ کا اظہار نہیں۔

۸۔ رحبعام بن سلیمان کی اٹھارہ بیویاں:۔ اور ساٹھ حرمیں۔

اور رحبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جوروؤں اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ کہ اس کی اٹھارہ جوروآں اور ساٹھ حرمیں تھیں۔" الخ

(تواریخ ۲ باب ۱۱ آیت ۲۱)

رحبعام سلیمان کا بیٹا تھا۔ (دیکھو تواریخ ۲ ۹/۳۱)

۹۔ ابیاہ پوتا سلیمان کی چودہ بیویاں۔

"اور ابیاہ زور آور ہوا۔ اور ۱۴ جوروآں کیں۔" الخ (تواریخ ۲ ۱۳/۲۱)

ابیاہ رحبعام کا بیٹا تھا۔ دیکھو تواریخ ۱ ۳/۱۰)

۱۰۔ حضرت جدعون کی بہت سی بیویاں۔

"اور جدعون کے ستر بیٹے تھے۔ جو اس کی صلب سے پیدا ہوئے۔ کیونکہ اس کی جوروآں بہت سی تھیں۔" (قاضیوں ۸/۳۰)

اس طرح اور بھی بہت سے نظائر پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ایک حق پسند اور حق پرست محقق مزاج و سلیم الفطرت انسان کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔ اس لئے انہی پر اکتفا

کرتے ہوئے ذیل میں غیر مذاہب کے منصف مزاج علماء و فضلاء کی چند شہادتیں اس مسئلہ کی صداقت پر درج کرتے ہیں - مفید ہے - ناظرین کے لئے باعث دلچسپی ہونگی "

۱ - مسٹر ڈیون پورٹ صاحب ایک فاضل لکھتے ہیں کہ -

"گرم ممالک کی عورتیں آٹھ - نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کرنے کے لئے لائق ہو جاتی ہیں - پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے - بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے - پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکوں میں جبکہ کوئی قانون مانع نہ ہو - انسان ایک جورو کو طلاق دے کر دوسری جورو کرلے - اور تعدد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے "

۲ - مسٹر ہینگس صاحب لکھتے ہیں -

"علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں - جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتی ہیں - اور گو ہم شمالی ملک کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانداروں سے متعلق نہیں ہو سکتے - مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتے ہیں "

اس کے بعد یہی فاضل بیان کرتا ہے - کہ مسٹر ڈبلیو او سلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا حصہ ۱ میں یہ بیان کیا گیا ہے - کہ ایشیا کے گرم ملکوں میں تاثیر سے دونوں گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے - کہ جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں ہے "

جہاں دونو برابر ہیں - بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں - مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے - کہ ضعیفی میں بھی قوی طور طاقتور رہتا ہے "

اگر یہ بات سچ ہے - تو بانی اسلام کے لئے اس بات کی کہ انہوں نے متعدد جوروؤں کی اجازت دی - ایک بڑی وجہ تھی "

۳ - مسٹر ٹامس کارلائل مرحوم اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ کے لیکچر دوم

میں تحریر فرماتے ہیں:-

"کہ اسلام میں شہوت پرستی کی تعلیم ہے - اس پر بہت سی تحریریں تقریریں ہوئیں - اور یہ اعتراض انصاف کی حد سے باہر بڑھ گئے ہیں - وہ اجازتیں جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہیں - اور جن کی اجازت نبیؐ عرب نے دی - وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھی انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا - مگر انہوں نے جو کچھ کیا - وہ یہ کیا - کہ ان کو روک دیا - نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے"

ہم اس مضمون کو ختم کر چکے - تو ایک کتاب بنام ویدک تہذیب دیکھنے میں آئی اس میں سے اس مضمون کے متعلق تھوڑا سا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں - امید ہے کہ قارئین کرام کے لئے باعث دلچسپی ہوگا"

"جس زمانہ کو علماء حقیقتاً ویدک زمانہ کہتے ہیں - یعنی وہ زمانہ جب ہمارے آباؤ اجداد پنجاب میں آباد ہوئے - اور انہوں نے رگوید کے قدیم منتروں کو رچا اس زمانہ میں کثیر الازدواجی ان کے درمیان مروج نہ تھی - رگوید کا دسواں منڈل جو نہایت نیا منڈل ہے - اس کے بھی نہایت نئے منتروں میں اس بد دستور (اس دستور کو بد بتلایا - محض اس لئے کہ یہ عیسائی صاحب ہیں - حالانکہ ان کے جلیل القدر انبیاء نے سات سات سو بیویاں کیں - کیوں نہ ہو - خیر) کا پتہ ملتا ہے - غالباً یہ منتر کاویہ یگ کے رچنا ہیں - جب ہندو آریہ آریوں کی دیکھا دیکھی ایک سے زیادہ بیوی رکھنے لگ گئے تھے -

رگوید منڈل ۱ ۱۰۱ ۱۱ دو بیویوں سے صحبت کرنے کی مثال دی گئی ہے - اس منڈل کے ۱۴۵ سوکت میں کسی عورت کے اپنی سوتن کو دکھ دینے کے لئے ایک پودے کو اکھاڑ کر اپنے شوہر کے تکیہ کے نیچے رکھ کر ٹونا کرنے کا بیان ہے -

ہم یہاں . . . سوکت کا اقتباس کرتے ہیں -

(۱) "میں اس بڑی قوت والے پودے کو کھود کر اکھاڑتی ہوں - جس سے سوتن کو دکھ دیا جاتا - اور شوہر کو اپنا کیا جاتا ہے"

(۲) "اے اوپر کے رُکھ پتّے والے نیک بخت دیوتاؤں کے بھیجے ہوئے زور آور پودے میری سوتن کو دور کر دے۔ اور میرے شوہر کو میرا ہی کر دے"۔

(۳) اے افضل پودے میں افضل ہوں۔ بلکہ افضل سے بھی افضل ہوں۔ وہ جو میری سوتن ہے۔ نیچ سے بھی نیچ ہے"۔

(۴) "میں اس کا نام تک بھی نہیں لیتی۔ وہ سب کی گھناؤنی میں سوتن کو دور سے ہی دور بھگاتی ہوں"۔

(۵) "اے پودے میں بہت زور آور ہوں۔ تو بھی بہت زور آور ہے۔ ہم دونوں زور آور ہو کر سوتن کے زور کو توڑتے ہیں"۔

(۶) "اے شوہر میں نے اس زور آور پودے کو تیرے سرہانے رکھ دیا۔ اس زور آور تکیہ کو تیرے سر کے نیچے رکھنے کو دیا۔ گائے جسطرح بچھڑے کی طرف اور پانی جس طرح نیچے کی طرف دوڑتا ہے تیرا دل میری طرف اسی طرح دوڑے"۔

ان منتروں کی عبارت اس امر پر پوری پوری روشنی ڈال رہی ہے کہ ویدک زمانہ میں بھی تعدد ازدواج مروج و جاری تھا۔

پس آخر میں ہم اس خدائے برتر ذوالجلال والاکرام قادر مطلق و تقدس خدا کے حضور دست بدعا ہوتے ہیں۔ کہ اے ہمارے خالق رازق مالک خدا تو ہمارے ان بھولے بھٹکے اور اندھی تقلید کے متوالے بھائیوں کو توفیق عطا کر۔ کہ وہ تیرے پاک کلام اور تیرے پاک احکام سے روگردانی نہ کریں۔ بلکہ ان کو اپنا رہبر و نجات دہندہ سمجھ کر عمل پیرا ہوں۔ تاکہ ان انعامات کے وارث ٹھہریں۔ جو مومنوں کے لئے تیرے پاک کلام قرآن شریف میں بصورت وعدہ مرقوم ہیں۔ آمین + آمین یا آمین!!!

(افضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

حدیث لا نبی بعدی میں

بعدی سے کیا مراد ہے

مخالفین کو جب ہم حضرت مرزا صاحب کے دعوے کیطرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو انکی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہم ان کو کیسے مانیں۔ جبکہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور ہمارے رسول اکرم ؐ نے فرما دیا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس ہم آنحضرت ؐ کے فرمودہ کے مطابق کسی مدعی نبوۃ کو آپ کے بعد مسیح موعود ؑ کیا ایک مسلمان بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔

لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ کیا وہ مسیح جو بزعم ان کے آسمان سے نازل ہونیوالا ہے۔ نبوۃ سے معزول ہو کر نازل ہوگا؟ کیا وہ نبی نہیں ہوگا حالانکہ اس بات کو بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ بدستور نبی ہونگے۔ اور ان پر وحی نبوۃ نازل ہوگی۔ جیسا کہ مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:۔

حضرت کیا ان پر یہ اعتراض نہیں ہوگا؟ کہ آپ کس طرح نبی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبی کریم ؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

پس اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ اور سوچو کہ جب خود تم ایک نبی اسرائیلی نبی کا انتظار کر رہے ہو۔ جو مستقل نبوۃ رکھتا تھا۔ تو کیوں مسئلہ نبوۃ کو آڑ میں لیکر حضرت مرزا صاحب کا انکار کر رہے ہو۔

اے ہمارے بھائیو! تمہیں کیوں ضد اور تعصب نے حق کی مخالفت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اور کیوں حق کی دشمنی کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔ خدارا غور کرو کہ جب وہی اعتراض تمہارے فرضی مسیح پر بھی پڑتا ہے۔ تو کیوں اسکو ہمارے سامنے دہراتے ہو۔ سنو! کہ حدیث لا نبی بعدی میں حرف لا نفی جنس کا نہیں۔ بلکہ وہ لا ہے۔ کہ جو موصوف کی نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده میں موجودہ قیصر و

کسریٰ کے بعد کوئی قیصر و کسرےٰ نہیں ہوگا۔ کیا اس حدیث میں لا۔ لا نفی جنس ہو سکتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کے بعد بھی کئی قیصر و کسریٰ نے روم و ایران کی حکومت کی ہے۔ چنانچہ تمام شارحین حدیث نے اس کا یہی مطلب لکھا ہے کہ ان جیسا قیصر و کسریٰ کوئی نہیں ہوگا۔ سو ایسی طرح ظہور میں آیا۔ کہ ان جیسی شان و شوکت اور جاہ و جلال والا قیصر و کسرےٰ نہیں ہوا۔

پس جب اس حدیث کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ ان جیسا کوئی نہیں ہوگا تو کیوں لا نبی بعدی کے معنے یہ نہیں کر لئے جاتے۔ کہ میرے جیسا نبی کوئی نہیں ہوگا کما ھو مذھبنا۔

اسی طرح حدیث میں جو لفظ بعدی کا آتا ہے۔ اس کے بھی یہ معنے نہیں۔ کہ بعد موتی الی یوم القیامۃ مطلق کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسا صادق نبی جو میرے مخالف اور میری نبوۃ سے الگ نبوۃ کا دعوےٰ کرکے میری مخالفت میں کھڑا ہونے والا ہو۔ کوئی نہیں۔ چنانچہ تیسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۸۸ پر ایک حدیث آتی ہے۔ جو بعدی کے مطلب کو واضح کر دیتی ہے

مسیلمہ کذاب نبی کریمؐ کے زمانہ میں مدینہ آیا۔ اور کہا۔ کہ محمد (صلعم) اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ آنحضرتؐ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اگر تو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے۔ تب بھی میں نہیں دینے کا اور اللہ نے جو تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور اگر تو اسلام نہیں لائیگا۔ تو اللہ تجھکو تباہ کر دیگا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ وانی لاراک الذی اُرِیتُ فیہ ما رأیت یعنی میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ تو وہی شخص ہے۔ جس کا حال اللہ تعالےٰ نے مجھکو (خواب میں) دکھلا چکا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ سے اس قول کے بارے میں کہ انی لاراک الذی دریافت کیا۔ تو ابوہریرہؓ نے مجھے خبر دی۔

قَالَ بَینَا انا نائم رایت فی یدی سوارین من ذھب فاھمنی شانھما فاوحی الیّ فی المنام ان انفخھما فنفختھما فطارا - فاوّلتھما کذابین یخرجان بعدی احدھما العنسی والاخر مسیلمہ - یعنی رسول اللہ نے فرمایا - کہ میں نے خواب میں دیکھا - کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں - وہ مجھے بُرے معلوم تو خواب میں ہی مجھے وحی ہوئی - کہ میں ان کو پھونک مار کر اُڑا دوں - چنانچہ میں نے پھونک ماری - اور وہ دونوں اُڑ گئے - پس ہمؐ نے اس کی تعبیر یہ کی کہ دو کذاب ہونگے جو میرے بعد نکلینگے - ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ''

اب کیا کوئی بتا سکتا ہے - کہ واقعہ میں عنسی اور مسیلمہ کذاب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی ظاہر ہوئے تھے ؟

نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ وہ دونوں آپ کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو چکے تھے - اور ایک ان میں سے زمانہ نبوی میں ہی مارا گیا تھا -

تو معلوم ہو گیا - کہ یہاں بعدی کے معنے ہی یہ ہیں - کہ '' میرے برخلاف '' جیسا کہ ظہور میں آیا - پس حدیث لانبی بعدی میں بھی بعدی کے یہی معنے ہیں تفکروا یا اولی الالباب *

راقم - تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح آمادہ فساد

ناظرین تشحیذ کو معلوم ہے - کہ ستمبر ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں ہم نے مدیر اصلاح سے یہ مطالبہ کیا تھا - کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے - کہ رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا - لاؤ - قلم و دوات وصیت نامہ لکھدیں - تو عمر نے کہا - یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بکتا ہے - (دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صـ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

یہ کتاب المرضی میں کہاں لکھا ہے؟ اس پر اصلاح (کھجوہ) نے لکھا۔ کہ جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضی کا ہے پارہ ۱۸۔ ہم نے نومبر کے تشحیذ میں تفصیل سے لکھا۔ کہ پہلے تو کتاب المرضی میں کوئی ایسی حدیث ہی نہیں ملتی تھی۔ جس کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ ہے۔ کہ "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" اب پارہ ۱۸ دیکھا۔ اس میں کتاب المرضی ہی نہیں۔ یا مظہر العجائب۔ ہاتھی مع ہودج غائب۔ باوجود اسقدر غلط دینے والی زک اٹھانے کے اصلاح چپ نہیں ہوا۔ اور لکھدیا کہ باب کتابۃ العلم میں حدیث ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللّٰہ حسبنا فاختلفوا "اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے۔" حالانکہ ہر ایک شخص جس کے دماغ میں ذرّہ بھی عقل وفہم موجود ہو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اوّل تو مطالبہ یہ تھا۔ کہ کتاب المرضی صحیح البخاری میں کونسے الفاظ ہیں۔ جن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔" عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے پھر دوسرا مطالبہ یہ کہ کتاب المرضی جو پارہ ۱۸ میں بتائی ہے۔ پارہ ۱۸ سے کتاب المرضی نکال کر دکھاؤ۔ تیسرا مطالبہ اب یہ ہے۔ کہ روایت کتابۃ العلم کے الفاظ یہ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہا عمر نے کہ نبی کریم (صلے اللّٰہ علیہ وسلم) پر درد و تکلیف کا غلبہ ہے۔ پس یہ کہنا۔ کہ اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے! ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے "بے دیانتی کے بعد نہایت بے شرمی کی بات ہے۔ کیونکہ اس روایت میں مطلق ہجر کا لفظ نہیں اور جہاں ہجر ہے۔ وہاں فقالوا لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی اصلاح نمبر ۲ ماہ صفر جلد ۲۳ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ کہ فقال ائتونی بکتب اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللّٰہ تنازعوا بھی جمع کا صیغہ ہے اور فقالوا بھی۔ آپ عمر سے ایک بات کیوں منسوب کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت آپ صحیح البخاری سے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ آپکی اس تحریر پر فروری سنہ ۲۰ء کے رسالہ تشحیذ میں کافی نوٹس لیا جا چکا ہے۔ اس کے

بعد اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کے پرچے میں پھر ہمارے دوست ایڈیٹر اصلاح کو دورہ اٹھا ہے۔ اور کچھ عجیب بے ہنگم باتیں لکھی ہیں۔ ہر طرح سے اپنی جان چھڑانی چاہی ہے۔ مگر یہ وہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جو شیعہ صداقت واما نت کے ماتھے سے قیامت تک نہیں مٹے گا۔ کبھی تو آپ لکھتے ہیں۔

"آپ کو اس سے کیا واسطہ۔ جبکہ آپ مرزا صاحب کو نبی مان چکے۔ اور خلیفہ دوم بھی مرزا بشیر احمد کو بنایا۔ جنہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ ۱۹۰۱ء کے قبل کی کتابیں ان کی منسوخ ہیں۔ اور دس برس تک۔ خدا ان کو نبی کہتا رہا۔ مگر انہوں نے نہ سمجھا۔ نہ مانا۔"

(اصلاح نمبر ۴)

اور کبھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب احقاق حق کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ کتاب المرضی اور پارہ ۱۸ سے انکار ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ صحیح بخاری کے وجود سے بھی انکار کیا جائے۔ اگر آپ کو کتاب المرضی بخاری میں نہیں ملتی۔ تو پہلا پارہ باب کتابۃ العلم ملاحظہ کیجئے۔ صد ۲۱ مطبوعہ مصر جس میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ قال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمران النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا۔ اب کہئے۔ ہاتھی مع ہودج غائب ہوا یا کیا۔ کیونکہ پہلے پارہ میں بھی نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہاں ہیں ہجر یا اہجر نہیں ہے۔ جس کے معنے ہذیان بکنے ہیں۔ مگر یہ تو وہی بات ہے۔ کہ جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ص ۳۔ اصلاح جلد ۲۳۔

حضرت ایڈیٹر صاحب اصلاح! بے ادبی معاف۔ آپ نے اس عبارت میں کتنے جھوٹ بولے ہیں۔ ہمیں حدیث سے کیوں واسطہ نہیں۔ کیا حضرت

خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ رب العالمین کی نبوۃ کے علاوہ کسی اور کی نبوۃ پر ایمان لائیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ سے کچھ واسطہ نہیں رہتا۔ ہمارا مذہب تو مشہور و معروف ہے

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

مرزا صاحب کو نبی جو ہم مانتے ہیں۔ تو اسی وجہ سے کہ آپ بروزی رنگ میں وہی خاتم النبیین ہیں۔ پس احادیث رسول سے ہم ہی کو تو واسطہ ہے۔ نہ ان لوگوں کو جو رسول اللہ کی دوسری بعثت میں آپ کے منکر ہو کر اس بات کا ثبوت دے چکے ہیں۔ کہ اگر بعثتِ اول میں موجود ہوتے۔ تو وہی کرتے۔ جو ابولہب و ابوجہل نے کیا۔

۲ - ہم نے مرزا بشیر احمد کو خلیفہ دوم نہیں بنایا۔ خدا جانے شیعہ کیوں غلط اور بے تحقیق بات کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔

۳ - ہمارے خلیفہ دوم کا نام مرزا محمود احمد ہے۔ اور انہوں نے قطعاً کہیں نہیں لکھا۔ کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے پہلی کتابیں حضرت مسیح موعودؑ کی منسوخ ہیں۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں تو حضور مسیح موعودؑ فوت ہوئے۔ تو سنہ ۱۹۱۰ء کے کیا معنے؟ ایک جھوٹ سنہ ۱۹۱۰ء۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ اس سنہ سے پہلی کتابیں منسوخ سمجھنا۔ ہمارا مذہب ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء تو کجا۔ ہم تو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابیں بھی منسوخ نہیں سمجھتے۔ تیسرا جھوٹ یہ کہ خدا ان کو کہتا رہا۔ انہوں نے نہ سمجھا نہ مانا۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہمارے امام القائم بامر اللہ کا ابتدا سے یہی مذہب تھا۔ کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ و کثرت اظہار امور غیبیہ سے مشرف ہوں۔ اسی کے دلائل آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابوں میں دیئے۔ اور اسی کے بعد میں پس منسوخ کچھ بھی نہیں۔

۴ - آپ مجھے الزام دیتے ہیں۔ کہ کتاب المرضیٰ اور پارہ ۱۸ سے انکار ہے۔ سو یہ جھوٹ ہے۔ مجھے مطلق کتاب المرضیٰ اور پارہ ۱۸ سے انکار نہیں۔ البتہ انکار ہے تو یہ کہ:-

(۱) کتاب المرضیٰ میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔" پس آپ نے جو حوالہ اس کا اصلاح نمبرہ میں دیا تھا۔ وہ کہیں۔

صحیح البخاری کتاب المرضی صلہ ۸۴۲ مطبوعہ دہلی) یہ بالکل غلط ہے۔ اور چونکہ اس غلطی پر اصرار کیا۔ بلوجود حوالہ پیش نہ کرسکنے کے اس لیئے میں کہتا ہوں۔ عمر نے کہا "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" کتاب المرضی میں بتانا مذہبی دنیا میں فحش تریں بد دیانتی ہے۔ سُن لیا آپنے۔

(ب) آپ نے جلد ۲۲ نمبر ۳۰ میں لکھا "کیونکہ جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضی کا ہے پارہ ۱۸" یہ بھی غلط ہے۔ بخاری پارہ ۱۸ میں کتاب المرضی قطعاً نہیں

(ج) بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام صحیح بخاری میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر آپ میں کچھ ہمت انسانی ہے۔ غیرت ایمانی ہے۔ تو بخاری کتاب المرضی سے وہ الفاظ حدیث پیش کرو۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ "یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ آپ ہرگز ایسے الفاظ نہیں دکھا سکینگے۔ جب نہیں دکھا سکتے۔ تو پھر یہ کیا شور و شغب ہے۔ جو میں سن رہا ہوں۔ کیا شرافت جہان سے اُٹھ گئی۔ کیا شرم بالکل رخصت ہو گئی۔ جب انسان اپنے بالاصرار دعوٰے کے مطابق حوالہ نہ دکھا سکے۔ تو اس کو کم از کم خاموش ہو جانا چاہیئے۔ کیا آپ کی بستی میں چلّو بھر پانی بھی نہیں؟

۵۔ سوال تو کتاب المرضی کے متعلق تھا۔ لیکن اب آپ مجھے بخاری کا پہلا پارہ باب کتابۃ العلم بتاتے ہیں۔ بہت اچھا۔ مگر اس میں بھی کوئی ایسی حدیث نہیں جس کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص (رسول اکرمؐ) غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ چنانچہ اس کا آپ کو خود اقرار ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"پہلے پارہ ہی میں نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہ اس میں ہجر یا اہجر نہیں ہے جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں"

بندۂ خدا کچھ تو شرم بھی چاہیئے۔ بحث بھی تو یہی تھی۔ کہ کسی حدیث بخاری میں یہ لفظ نہیں۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اب خود آپ بھی یہی کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ واقعی حدیث میں ہجر یا اہجر کا لفظ نہیں۔ جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ تو پھر جب یہ لفظ حدیث میں موجود نہیں۔ تو آپنے کس مونہہ سے یہ کہا تھا

کہ صحیح البخاری میں یہ موجود ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے"۔ اس کی تاویل بھی عجیب آپ نے فرمائی۔

"جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے"۔

کوئی شخص اس سے بڑھکر حواس باختہ بھی کیا ہوگا۔ پانچ مہینے سے یہ بحث فرما رہے ہیں۔ کہ بخاری مطبوعہ دہلی کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اول تو صفحہ ۸۲۶ ہی غلط ہے۔ پھر کتاب المرضی میں وہ حدیث نہیں ملتی۔ پھر تمام صحیح البخاری میں نہیں ملتی۔ پھر آپ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ اس کے بعد اب کتاب المرضی کو چھوڑ کر باب کتابۃ العلم کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس میں بھی لفظ متنازعہ فیہ" ہذیان بکنا نہیں دکھا سکے۔ جب اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہی نہیں۔ جسکے معنے ہذیان بکنے کے ہوں۔ تو پھر اسے پیش ہی کیوں کرتے ہیں۔ کیونکہ بحث فیما بین تو اسی لفظ پر ہو رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ بخاری میں ایسا کہنے کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی خوب فرمایا کہ جسکو درد زیادہ ہو۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا۔ کیا یہ کہ غلبۃ الوجع کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ خود ہی تو "کبھی کبھی" کہتے ہو۔ یعنی قاعدہ کلیہ نہیں۔ اور خود ہی اسے ایسا قاعدہ کلیہ بتاتے ہو۔ کہ عمر خواہ مخواہ اس لپیٹ میں آجائیں۔ یہ سعی ناکام نہ فرمائیے۔ اور چپ ہو جائیے۔ جو کچھ آپ سے ہو چکا۔ وہ ندامت کے لئے کافی ہے۔

پھر حواس باختگی کا مزید ثبوت یہ ہے۔ کہ لکھتے ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۳۔

حالانکہ نمبر ۳ میں ایک سطر بھی اس موضوع پر نہیں۔ خدا آپ کے ہوش و حواس بحال کرے۔

شیعہ علم کلام

شیعہ امانت و دیانت ملاحظہ کرنے کے بعد ہمارے ناظرین کرام شیعہ علم کلام بھی دیکھ لیں تشحیذ میں لکھا گیا تھا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ایسے ہی مبغوض المومنین منافقین۔ فاسقین ہوتے۔ تو یعسوب المسلمین حضرت علی المرتضٰی اپنے فرزندوں کے نام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نہ رکھتے۔ اس کے جواب میں ایک سال کے بعد اصلاح صاحب رقمطراز ہیں:۔

"یہ ایک لغو اور بے معنی اعتراض ہوگا۔ جس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں نام رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو۔ (۲) بلکہ بسا ممکن ہے۔ کہ اس لئے حضرت نے اپنی اولاد کے یہ نام رکھے تھے۔ کہ اس سے اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے۔ اور جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے۔ یا بربنائے تقیہ نام رکھا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام ان خلفائے ثلثہ کو دوست بھی رکھتے تھے"

(اصلاح نمبر ۲ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱)

اچھا صاحب اگر یہ لغو اعتراض تھا۔ اور اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ تو اس کا جواب ہی کیوں دیا۔ والذین ھم عن اللغو معرضون ط (۲) دوم اگر کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ نہیں لکھا۔ کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو تو پھر بسم اللہ آپ اپنے خاندان میں بہ تبعیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام یہ رواج دیجئے۔ اور دہرا ثواب لیجئے۔ کہ فرزندان ارجمند کے نام یزید شمر رکھئے۔ کیونکہ کسی حدیث یا آیت میں یہ تو ہے ہی نہیں۔ کہ اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہ رکھو۔ اور اس سے فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ اور جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے گا۔ یہ بھی آپ نے خوب توجیہ کی۔ کہ بربنائے تقیہ نام

رکھ لیا معلوم نہیں۔ حضرت امیرالمومنین نے بربنائے تقیہ کیا کیا کچھ کیا۔ کیونکہ جبتک یہ واضح طور پر معلوم نہ ہو۔ ایک سادہ مومن پر کھل نہیں سکتا۔ کہ یہ دین کی بات ہے یا بربنائے تقیہ کسی گناہ کا ارتکاب ہے۔ حضرت علیؓ اگر فرمائیں۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔ تو میرا ایمان ہے۔ کہ وہ حق بجانب ہیں؎

عیسائی صاحبان سے چند استفسارات متعلق الوہیت مسیحؑ

پہلا سوال کیا مسیحؑ خدا اور انسان دونو تھا۔ جبکہ انسان مخلوق ہے۔ اور خدا خالق۔ اگر ایک وقت میں ہی مسیحؑ انسان بھی تھا۔ اور خدا بھی۔ تو لازماً ایک وقت میں وہ خالق بھی ہوگا۔ مخلوق بھی۔ اور یہ محال ہے؟

دوسرا سوال۔ کیا مسیحؑ معصوم تھا۔ اور بنی آدم کے لئے نمونہ تھا؟ اگر وہ نمونہ تھا۔ اور معصوم تھا۔ تو کیا وہ بحیثیت اللہ ہونے کے معصوم تھا۔ اگر کہو۔ ہاں تو پھر وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ خدا اور ہم انسان ہیں۔ لیکن اگر وہ انسان ہو کر معصوم تھا۔ تو دو صورتیں ہیں۔ کہ کیا خدا نے اس کو معصوم کیا تھا۔ یا وہ خود بخود معصوم ہو گیا تھا۔ پہلی صورت میں بھی نمونہ نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کو مکان پر اٹھا کر بٹھا دیا جائے۔ تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں۔ کیونکہ وہ خود نہیں گیا۔ دوسری صورت میں باوجود انسان ہونے کے وہ معصوم ہو گیا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہم معصوم نہ بن سکیں؎

تیسرا سوال۔ اگر تینوں خدا کامل ہیں۔ تو پھر کیا مرنا اچھی صفت ہے یا نہیں۔ اگر ہے۔ تو باپ۔ روح القدس۔ ناقص ٹھہرے۔ اگر نہیں۔ تو مسیح ناقص ثابت ہوا۔

چوتھا سوال۔ اگر جسم اختیار کرنا اچھی صفت ہے۔ تو پھر باپ۔ روح القدس ناقص ہوئے۔ اور ناقص خدا کیونکر ہوا اگر نہیں۔ تو پھر مسیح ناقص ٹھہر کر خدائی سے برطرف ہوا۔

پانچواں سوال - اسی طرح اگر اقانیم ثلاثہ کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز ہے - تو پھر کیا وہ اعلےٰ صفت ہے یا ادنیٰ - اگر اعلےٰ - تو پھر باقی اقنوم ناقص - اگر ادنےٰ ہے - تو پھر وہ اقنوم ناقص ہوا - لیکن اگر کوئی مابہ الامتیاز نہیں - تو پھر تو وہ ایک ہی ہے - تین کا وہم باطل ہے؛

چھٹا سوال - کیا انسان کفارہ ہوا یا خدا؟ اگر کہو - انسان تو وہ تو گنہگار ہے اگر خدا کہو - تو پھر خدائی کارخانہ بگڑنا چاہیئے؛

ساتواں سوال - جب تینوں فی ذاتہم کامل ہیں - اور ہر ایک اس کارخانہ عالم کو چلا سکتا ہے - تو پھر تینوں کا اس کو چلانا عبث ہے - جیسے ایک امیر حکم دے - کہ میری قلم اٹھا لاؤ - تو اسپر ایک نوکر پانچ دس دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر وہ قلم اٹھا لاوے - تو کیا وہ پاگل اور بے عقل نہ جانا جائیگا؛ اسیطرح اقانیم ثلاثہ کی نسبت کیا فتوےٰ ہوگا؟

آٹھواں سوال - اگر تین خدا ہیں - تو کیا وہ ہر ایک اپنی مرضی پر کام کرتا ہے - یا ایک دوسرے کے ماتحت؟ اگر ماتحت ہیں تو کم از کم محکوم خدائی سے معزول ہوا - اگر ہر ایک اپنی مرضی پر چلتا ہے - تو پھر ضرور کسی نہ کسی وقت میں ان میں تنازعہ ہوگا - اور بدریں صورت نظام عالم بگڑ جائیگا - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا السموات والارض - ایسا نہ ہونا تین نہ ہونے پر دلیل ہے؛

نواں سوال - اگر مسیح (ابن مریم) انسانی جسم میں اس لئے آیا تا بنی آدم کے گناہ اٹھا کر قتل ہو جاوے - تو کیا یہ رحم کے خلاف نہیں؟ اور پھر کیا کبھی زید کے درد کی بکر کو دوائی دی جائے - تو اس کو آرام ہو سکتا ہے پس مسیح ہم سے کفارہ ہو کر ہمارے گناہ کیونکر اٹھا سکتا ہے؟

خاکسار اللہ دتا متعلم مدرسہ احمدیہ
قادیان - ضلع گورداسپور

غزل شہاب

شوکت و شان مصطفےٰ احمد مجتبےٰ میں ہے - رتبہ سوا جہان سے ہے میرے اس جوان کا

دشمن جان ہو گئے دشمن دین و امر حق - کچھ نہ بگڑ سکا مگر احمد قادیان کا

مٹ گئے نقش زندگی - اڑ گئی خاک کو بکو - کھو گئے راہ یار میں کیسا پتہ نشان کا

آپ خفا نہ ہو جیئے شوق سے کیجئے جفا - لیجئے امتحاں ضرور عاشق نیم جان کا

جب نہ ہوا ہنر کوئی آپ کی ذات میں جناب - فخر تمہارے کام کیا آئے گا خاندان کا

دل ہے کہ ہے جہان عشق سر ہے کہ مرکز جنوں - کیوں نہ ہو پھر طواف بھی یار کے آستان کا

قصۂ "الرحیل" ہو اور آپ کی زباں

وقت گزر گیا شہاب عشق کی داستان کا

حسن نے بھول کھلائے مرے ویرانے میں - عشق نے آگ لگا دی مرے کاشانے میں

کب سے بیٹھا ہوں یہاں تشنہ لب و تشنہ دہاں - ساقیا ڈال بھی دے کچھ مرے پیمانے میں

ہم سے دیکھا نہ گیا حسرت دل کا عالم

جاں نکل جائیگی اس قصے کے دہرانے میں

(مہر محمد خاں احمدی شہاب مالیر کوٹلوی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت لال شربت لال شربت

یہ بچوں اور پرسوتی کیلئے نہایت طاقت بخش دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۶ ۔

دیکھئے محترمہ ش م صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب متعلقہ ارنہر اخبار تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء میں کیا لکھتی ہیں

پیاری بہن عبدی بیگم صاحبہ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا۔ گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال بر عکس نہند نام زنگی کافور خیال کیا کرتی تھی۔ مگر اس سال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال و لالی کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں جو تازہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری نجم النسا بیگم جسکی عمر اب پونے دو سال کی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے نصیب اعداء ایسی لاغر ہو گئی کہ کوئی اس کے دشمنوں کو اثر خلش۔ اور پرچھائیوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بر بتانے لگیں۔ پرانے خیالات کی بزرگواروں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت پریت کی قایل گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا۔ جسکے فوری اثر نے دس بد برقی اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا۔ بافضال الہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتہ ہی کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس کے برمن صاحب کا شربت بھوت پریت سایہ پرچھائیں کے دور کرنیکیلئے مجرب تعویذ اور سوکھے بر کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے۔ میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر ۲ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤنگی۔ اسلئے اپنی مکرم بہن کی پریشانیوں کے دور کرنے کیلئے ترغیب دیتی ہوں۔ کہ وہ بھی برخورداری عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں اور قدرت الہی کا مشاہدہ کریں اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں۔

راقمہ۔ ش۔ م۔ بنت مجاہد حسین ضلع ارنہر۔

وقت پر صلاح - جو دوست ہوتے ہیں۔ وہ خطرہ سے بچنے کیلئے وقت سے پہلے صلاح دیتے ہیں۔

ہیضہ کی مجرب دوا ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے۔ کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے کی بے احتیاطی سے ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں رکھ لیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۲۰ سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی دست پیٹ کے درد و متلی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ